

پاکستان سٹیل مل تو منافع میں تھی!

2007 کی بات ہے۔ چیئر مین سٹیل مل کافون آیا۔ انہائی سنجدہ آواز آئی۔ میجر جزل جاوید بول رہا ہوں۔ آج کل چیئر مین سٹیل مل ہوں۔ پنجاب حکومت سے لوہا بنانے کیلئے ڈولومائڈ خریدنا چاہتا ہوں۔ ایک دن کا وقت مانگا۔ ماتحت عملے سے رہنمائی حاصل کی تو معلوم ہوا کہ حکومت تو ڈولومائڈ کے وسیع ذخائر کی مالک ہے اور آسانی سے سرکاری شعبے سے سٹیل مل کو مہیا کر سکتی ہے۔ اگلے دن بات ہوئی تو جزل جاوید واضح طور پر حدد رجہ گر مجوشی سے کہنے لگے کہ سرکاری شعبے میں تھوڑی سی محنت سے بے حد کام ہو سکتا ہے۔ محسوس ہوا کہ جزل جاوید حدد رجہ مختنی اور محبتِ الوطن انسان ہیں۔ خیر سٹیل مل سے ٹیکنیکل ٹیم آئی اور پنجاب حکومت کے ایک ادارہ نے کراچی سٹیل مل کو ڈولومائڈ مہیا کرنا شروع کر دیا۔ ویسے یہ اتنا آسان کام نہیں تھا، جتنا لکھ رہا ہوں۔ بہر حال یہ مشکل کام شروع ہو گیا۔ پاکستان کے سب سے بڑے کاروباری ادارے سے میراپہلا رابطہ تھا۔ کراچی گیا تو جزل جاوید سے ملاقات بھی ہوئی۔ فون پر جوتا ثر قائم ہوا تھا، جاوید صاحب اس سے بھی بہتر انسان نکلے۔ حدد رجہ شاستہ، مختنی اور ایماندار۔ بہر حال سٹیل مل دیکھنے والا ادارہ تھا۔ وسیع و عریض قطعہ پر آراستہ، مکمل طور پر خود فیل ایک ایسا سرکاری کارخانہ جسکی توقع تیسری دنیا کے ایک ملک میں نہیں کی جاسکتی۔ جزل جاوید لا ہو ر بھی آتے تھے۔ ملاقات ہوئی تو معلوم ہوا کہ اُردو ادب پر گہری نظر ہے۔ خود شاعر بھی تھے، ردیف قافیہ کی مکمل پابندی کے ساتھ موزوں شاعری کرتے تھے۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ پاکستان سٹیل مل، جزل جاوید کے زمانے میں بھر پور طریقے سے کام کر رہی تھی اور حدد رجہ منافع میں تھی۔ جب چیئر مین سٹیل مل نے یہ بتایا کہ انکا ادارہ منافع میں کام کر رہا ہے۔ تو ابتدائی طور پر یقین نہیں آیا۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی مسلسل خسارے میں رہنے والا ادارہ، دسوکروڑ روپے کے منافع میں ہے۔ یہ 2007 کی بات ہے۔ یہ بھی پتہ چلا کہ سٹیل مل، دن رات کام کر رہی ہے اور بچا سی فیصد صلاحیت تک مصروف ہے۔ یہ حدد رجہ خوشنگوار بات تھی۔ اس پر ہمارا کوئی سیاستدان بات نہیں کرتا۔ کیونکہ انکے بقول، اس وقت جزل پرویز مشرف کی حکومت تھی اور وہ ایک فوجی حکمران تھا۔ لہذا اس نے کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ بہر حال یہ ایک سوچ ہے۔ جسکے مثبت اور منفی پہلو دونوں ہیں۔ ایسے ہی جیسے فوجی حکمران کی ایسے نامکن کام کر جاتے ہیں جو سویں وزراء اعظم سوچتے ہوئے بھی گھبرا تے ہیں۔ ہمارے ملک میں آپاشی کیلئے تمام ڈیم، جزل ایوب کے دور سے وابطہ ہیں۔ بہر حال، اس وقت یہ موضوع نہیں ہے کہ جمہوریت کے فوائد کیا ہیں اور فوجی حکمرانی کے نقصانات کیا ہیں۔ یہ حدد رجہ مشکل اور طویل موضوع ہے۔ جس پر اس وقت کرنے کو دل نہیں چاہ رہا۔

عرض کرنے کا مقصد بالکل سادہ سا ہے۔ سٹیل مل 2007 میں حدد رجہ منافع بخش ادارہ تھی۔ پھر 2008 کا ایکشن ہوا۔ خیر سے چمکتی ہوئی جمہوریت آگئی۔ جمہوری بٹوارہ ہوا۔ سندھ کی فصل، پیپلز پارٹی کے حصے میں آئی اور پنجاب آل شریف کے حوالے کر دیا گیا۔ آصف علی زرداری صدر بن گئے۔ میرا بھی اس سرکاری ادارہ سے تبادلہ ہو گیا۔ سٹیل مل بالکل ذہن سے نکل گئی۔ دوسرے دفتر میں بابو گری شروع ہو گئی۔ آج کل، ہر طرف پاکستان سٹیل مل کی نجکاری کی آواز ہے۔ تو دل چاہا کہ کچھ حقائق ضرور ضبط تحریر کیے

جائیں۔ کیا یہ بالکل سادہ سی بات ہے کہ ایک ایسا فقیدالمثال ادارہ جو پاکستان کی پیشانی کا جھومر ہے، وہ خسارہ میں چلا گیا؟ ہرگز نہیں۔ قطعاً نہیں۔ الزام درازام کی بات نہیں کرنا چاہتا۔ مگر 1985 سے 1999 تک گھائے میں کیوں رہا۔ اس سوال کا جواب، روایتی سیاسی والبستگی اور جذباتیت سے اٹھ کر سوچنا چاہیے۔ جیسے ہی، لوہے کی تجارت کے پاکستانی بادشاہ، اقتدار میں آئے، تو سٹیل مل کونقصان ہونا شروع ہو گیا۔ حد رجہ تکلیف دھنماق ہیں۔ پھر کراچی کی لسانی جماعت نے جس طرح لوگوں کی بھرتیاں کروائی، ایک قومی ادارے کو ٹریڈ یونین کے ذریعے مٹھی میں لے لیا، وہ بھی ایک بھرپور دارستان ہے۔ پھر سنده کے بے تاج بادشاہ جو قصرِ صدارت میں تھے، تب انکے دوستوں اور رشتہ داروں نے اس قومی ادارے کے ساتھ جو کچھ کیا، وہ سب کچھ ہماری سیاسی تاریخ کا ایک دل سوز حصہ ہے۔ ہر طرح کی بے قاعدگیوں اور بے ضانتگیوں کے بعد، جب میلہ اُجز گیا، تو نجکاری کا طبلہ بجنا شروع ہو گیا۔ پوری دنیا سے معاشی بھیڑیوں نے اس ادارہ کو حاصل کرنے کیلئے دولتِ اٹھانی شروع کر دی۔ آسان لفظوں میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ نجکاری، اور عدالت میں قانونی کارروائی اور پھر سرکاری تحویل کی تگ و دو میں پاکستان سٹیل ملزاپنی ساری آب و تاب کھویٹھی اور آج حالت یہ ہے کہ نابلد دانشور ہر وقت فرماتے ہیں کہ سٹیل مل کونجی شعبہ کے حوالے کر دیا جائے اور کوئی حل نہیں، خسارہ بہت زیادہ ہے۔ کوئی مائی کالال یہ نہیں بتاتا کہ جزل جاوید نے 2007ء میں اس ادارے سے منافع حاصل کر کے دکھایا ہے۔ اسلیے بھی، کہ ہمارے اکثر تجزیہ کا راوی سیاستدان ایک خاص سوچ کے حامل ہیں۔ بھلانو جی دور میں کوئی عوامی بھلانی کا کام کیسے ہو سکتا ہے؟ فوجی امریت تو بڑی بڑی حکومت ہوتی ہے؟ مگر نہیں کہتے، کہ پاکستان کی صنعتی اور معاشی ترقی کی بنیاد، جزل جاوید کے زمانے میں رکھی گئی۔ ہمیں ٹھوس کام کرنے والے لوگ چاہیے۔ نعروں اور سیاسی شور نے تو اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ ہر معاشی نابغ، کھل کر ہر قومی ادارے پر بات روارکھتا ہے۔ ضرور کہتا ہے کہ سرکار کا کام، تجارت و صنعت میں وابحی سا ہے۔ اسے قومی معیشت سے دور رہنا چاہیے۔ یہ بیانیہ آج کل مقبول ہے۔ لیکن کیا ویت نام، چین، روس نے ترقی چارٹر آف ڈیموکریس کے ذریعے حاصل کی ہے؟ درست ہے وہاں فوجی حکومتوں کاررواج نہیں ہے۔ مگر کیا انکی کیمونسٹ پارٹی کی موجودگی میں واقعی الیکشن ہوتا ہے۔ نہیں، جناب، بالکل نہیں۔ ان ملکوں کی اپنی نظریاتی حکومتیں ہیں۔ جن میں آزادی اظہار اور دیگر جمہوری نعروں کی آڑ لیکر معیشت پر ضرب لگانا ممکن نہیں۔ اصل نکتہ کی طرف آنا چاہوں گا۔ سٹیل مل اگر دس بارہ سال پہلے منافع میں تھی۔ تو جو ہات معلوم کرنے کے بعد، اسے دوبارہ منفعت بخش ادارہ کیوں نہیں بنایا جا سکتا۔ اگر اسکے لیے جزل جاوید یا ان جیسے کسی اچھے منتظم کو دوبارہ چیئر مین بنانا پڑتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ یہ تو اچھا فیصلہ ہو گا۔

سٹیل مل کی تعمیر کا افتتاح ذوالفقار علی بھٹونے کیا تھا۔ یہ بالکل درست بات ہے۔ مگر یہ صرف آدھا سچ ہے۔ لیاقت علی خان پہلے وزیر اعظم تھے جنہوں نے محسوس کیا کہ پاکستان، لوہا، امپورٹ کرتا ہے جو حد درجہ مہنگا ملتا ہے۔ لہذا ملک کو سٹیل کے معاملے میں خود کفیل ہونا چاہیے۔ 1955-60 کے پانچ سالہ ترقیاتی پروگرام میں R.C.S.I.R نے یہ خیال پیش کیا کہ پاکستان کے پاس لوہا بنانے کی سرکاری صلاحیت ہونی چاہیے۔ 1956 میں روئی وزیر اعظم نولائی بلگدن نے، پاکستان کے وزیر اعظم سہروردی کو سٹیل کے شعبہ میں

تعاون کی پیش کش کی۔ مگر اس معاملہ پر فیصلہ نہ ہو سکا۔ بیس برس تک آنکھ مچوی کے بعد I.R.C.S.I.P نے جزل یجی کے زمانے میں اس منصوبہ کی مکمل منظوری لے لی۔ آج کوئی بات کرنے کی ہمت نہیں کرتا کہ جناب، جزل یجی وہ شخص تھا، جس نے اس منصوبہ کو اپنایا اور آگے بڑھنے میں مدد فراہم کی۔ جزل یجی نے پاکستان کو دولخت کرنے میں جو جزوی کردار ادا کیا، اسکی بدولت اسکے دور کی چند اچھی باتوں پر بھی لوگ تبصرہ کرتے گھبرا تے ہیں۔ حد درجہ محنت کے بعد 1969 میں روس کے ساتھ ایک معاہدہ ہوا۔ جس میں اس منصوبہ میں تعاون کی پیشکش کو منظور کر لیا گیا۔ حیرت انگیز بات یہ ہے، کہ پاکستانی حکومت نے پہلے امریکہ سے فتنی تعاون مانگا مگر امریکی حکومت کے انکار کرنے پر روس کی جانب رجوع کیا۔ سنجیدہ ترین مذاکرات کے بعد 1971 میں روس نے فنی، مالیاتی اور ٹیکنیکل وسائل مہیا کر دیے۔ سرکاری شعبوں میں تعاون کی یہ ایک شاندار مثال تھی۔ جسکا ذکر کرنا آج گناہ سمجھا جاتا ہے۔ 1973 میں ذوالفقار علی بھٹو نے سٹیل مل کاسنگ بنیاد رکھا۔ اُنکے بدترین دشمن، جزل ضیاء نے 1985 میں اس منصوبہ کے مکمل ہونے کا اعلان کر دیا۔ مختلف حکومتوں نے اس عظیم منصوبے کو کاغذ سے اٹھا کر ایک ایسا صنعتی دیوبندیا جو پاکستان کی ترقی کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر بھر، لائچ، سیاسی مصلحت پسندی، منافع خوری، کرپشن، ناجائز بھرتیوں کا وہ دور آگیا جس نے اس ادارے کو تباہ کر ڈالا۔ اب یہ خاک میں ملی ہوئی وہ بدقسمت جگہ ہے، جس پر سب کی راہ ٹپک رہی ہے۔ کوئی اسکی زمین اینٹھنے کے چکر میں ہے۔ جسکی باقاعدہ منصوبہ بندی بھی ہو چکی ہے۔ کوئی اسکا کاٹھ کبڑا خرید کر ذاتی سٹیل مل لگانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ کسی کی نظر، اسکی تجویز میں پڑے پیسے پر ہے۔ بہر حال بہت سے ایسے لوگ ہیں جنکے مستقبل کی شاہراہ، سٹیل ملزکی نجکاری سے روشن ہوتی ہے۔ کیا سیاستدان، کیا سرکاری عمال، یا تجارتی ادارے سب اس ادارے کی فاتحہ خوانی کا انتظار کر رہے ہیں۔ کوئی بھی یہ مشکل فیصلہ کرنے کیلئے تیار نہیں کہ کسی اعلیٰ تنظیم کو ادارہ حوالے کر کے فیصلہ سازی کا بھرپور اختیار دیدیا جائے۔ کوئی بھی یہ صائب بات کرنے کی ہمت نہیں کرتا کہ جناب، 2008 میں یہ ادارہ دوسو کروڑ روپے منافع میں تھا۔ پھر کیا وجوہات ہیں کہ ایک دم میلہ اُجر گیا۔ کوئی بھی اصل محکمات کو سامنے نہیں لاتا کہ کن کن شخصیات نے ملک سٹیل مل کوز میں میں گاڑ کر کرکھ دیا ہے۔ سرکاری شعبہ میں اتنی ہمت اور سکت نہیں چھوڑی گئی کہ وہ بر ملا کہہ سکیں کہ سٹیل مل ہمارے ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اسے فروخت مت کیجئے۔ اسکا نظم بہتر کیجئے۔ ہوتا یہی ہے کہ ہم کوتاہ اندریشی کا شکار ہو کر، دباؤ میں آکروہ فیصلے کرینے کے جوقہ میں طور پر بہتر نظر آئیں گے۔ مگر طویل دورانی میں ملک کیلئے مشکلات کھڑی کر دینگے۔ سوچیے، کہ 2008 میں منافع بخش ادارے کوکس ادنی منصوبہ بندی سے بر باد کیا گیا۔ مگر کون ہمت کریگا۔ شائد اب ہمت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

راو منظر حیات